934

آسان رسم خط

ایک تجویز

ڈاکٹر جعفر حسن
ریڈر جامعہ عثمانیہ
حیدرآباد دکن

اُردو کا آسان رسم خط

۳۳۱۹۰

زمانے کی ضرورتوں کے موافق خاطر خواہ رفتار پر ترقی کرنے کے لیے یہ ناگزیر ہے کہ ہم اپنے رسم خط کو آسان بنائیں۔ اُردو زبان یوں ہی کافی مشکل ہے۔ مذکر و مونث کا جھگڑا، گرد انوں کا بکھیڑا، مردانی اور زنانی گفتگو کا فرق، (آپ، تم اور تو کی وجہ سے) مخاطب کی پیچیدگیاں اور اس پر طُرّہ یہ کہ ایک ہی آواز کو ادا کرنے کے لیے دو دو، تین تین بلکہ چار چار حرفوں کو استعمال کرنے والا رسم خط!

ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ گزشتہ زمانوں میں علم بہت محدود تھا آبادی کی قلیل تعداد علم حاصل کرتی تھی۔ صرف کسی پیشے میں مہارت حاصل کرنے کے لیے بہت کم لوگ علم حاصل کرنے پر مجبور تھے۔ لکھنا پڑھنا ایک تمدنی فرض کے طور پر یا ذاتی تسکین کی خاطر سیکھا جاتا تھا۔ اب بھی اُردو جاننے والوں کی ایک ناقابلِ لحاظ اقلیت لکھ پڑھ سکتی ہے۔ اس کے متعلق صحیح اعداد تو نہیں دیے جا سکتے البتہ جو لوگ آبادی اور تعلیم سے متعلقہ شماریات سے واقف ہیں وہ

قرائن سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اُردو جاننے والوں میں فی ہزار نوسو
چالیس افراد اَن پڑھ ہیں۔ پُرانے زمانوں میں تعلیم کے لیے وقت اور
مصارف کوئی اہمیت نہیں رکھتے تھے اِس کے برعکس موجودہ زمانے
میں تعلیم کا رواج بہت بڑھ گیا ہے۔ اور تعلیم یافتہ ہونا ہر شعبۂ زندگی
میں ترقی کی پہلی شرط ہے۔ موجودہ زمانے میں اَن پڑھوں کے لیے
کہیں ٹھکانا نہیں۔ جس زمانے میں تعلیم یافتہ لوگ بھی بے روزگار ہوں
اَن پڑھ لوگ کیوں کر ترقی کر سکتے ہیں؟ تجارت، صنعت و حرفت
اور زراعت میں کارکردگی اور ماہرانہ محنت درکار ہیں۔ کارکردگی
بڑھانے اور ماہرانہ محنت کا اہل بنانے کے لئے تعلیم لازمی ہے۔
چو طرف سے جبری تعلیم اور مفت تعلیم کے مطالبے ہو رہے ہیں
سو فی صد تعلیم یافتہ بنانا، ہر حکومت کا فرض تصوّر کیا جا رہا ہے۔
لہذا موجودہ نظامِ تمدّن میں وقت اور اخراجات کا سوال بہت
اہم ہو گیا ہے۔ ہمیں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ہزاروں میں
دس پندرہ کو سالہا سال کی مشق اور محنت کے بعد لکھنا پڑھنا
سکھانا اور بات تھی۔ اور چند مہینوں میں بڑوں کو تین چار برسوں کی

تعلیم سے لڑکوں ، لڑکیوں کو) لکھنا پڑھنا اور حساب کتاب سکھادینا اور چیز ہے ۔ لوگوں کو صرف اپنی مادری زبان سیکھنے کا اتنا شوق بھی نہیں رہا ۔ سیاسی ماتحتی اور محکومیت کی وجہ سے بدیسی زبان سیکھنا دنیوی اغراض کے لیے ضروری ہوتا جا رہا ہے اور کئی پیشوں میں ترقی کرنے کے لیے لازمی ہوگیا ہے ۔ غرض کش مکش حیات بہ تدریج بڑھتی جا رہی ہے لوگوں کے خیالات بدل رہے ہیں ، تعلیم مقصد بالذات نہیں رہی ، دنیوی ترقی کا ذریعہ ہوگئی ہے ، محض عقیدت مندی یا فرض کے طور پر زبان و ادب کو حاصل کرنے کا ارمان کم ہوتا جا رہا ہے ۔ لوگ عام طور پر مادی دولت اور مرفہ الحالی کو اہمیت دے رہے ہیں ، زبان کے ٹنٹوں میں وہ پڑنا نہیں چاہتے

اگر اُردو داں موجودہ اُردو رسم خط کو یقینی موت سے بچانا چاہتے ہیں تو اس کی انقلابی اصلاح بے حد ضروری ہے ۔ کاش یہ اصلاح کئی سال پہلے ہی ہوگئی ہوتی ۔ جب سے ہم لوگوں میں دنیوی ترقی کا ارمان بڑھ گیا ہے اور اُردو کا سیاسی وقار

جاتا رہا ہے، نیز انگریزی راج کی وجہ سے انگریزی کی بھی ہم پر مصیبت نازل ہوئی ہے اس وقت سے اُردوٗ املا کی پیچیدگیاں وبال جان معلوم ہو رہی ہیں۔ ان حالات میں اُردوٗ رسمِ خط کو بچانے کا صرف ایک مؤثر ذریعہ ہے یعنے یہ کہ اُردوٗ رسمِ خط کو آسان بنا دیں۔ ہم اگر ذرا سی ہمت کریں تو اُردوٗ بول چال اور اُردوٗ تحریر کو ہم آہنگ کر سکتے ہیں اور ہماری تحریر کو صوتیاتی بنا سکتے ہیں۔

اُردوٗ رسم خط کو صوتیاتی بنانا چاہیے

اُردوٗ رسمِ خط کو آسان بنانے کے لیے سب سے زیادہ مؤثر ترکیب یہی ہو سکتی ہے کہ اُردوٗ حروف تہجی میں جو فالتو حرف ہیں ان کو اُردوٗ رسمِ خط سے ترک کر دیا جائے یعنے یہ کہ اُردوٗ کے اُن حرفوں میں سے جن کی آواز یکساں ہوتی ہے سب سے زیادہ استعمال ہونے والا حرف رکھ لیا جائے اور بقیہ نکال دیے جائیں۔

صوتیات (علمِ آواز) کے نقطۂ نظر سے اُردوٗ کے اُن حرفوں کا رکھنا تو بہر صورت لازمی ہے جو خاص خاص آوازوں کو ادا کرتے ہیں۔ اُردوٗ کے بیس حرف ہیں جن میں ہر حرف صرف ایک آواز

ادا کرتا ہے: ب، پ، ٹ، ج، چ، خ، د، ڈ، ر، ڑ، ژ، ش
غ، ف، ق، ک، گ، ل، م، ن۔ چونکہ ان میں سے ہر حرف
صرف ایک آواز ادا کرتا ہے لہذا ان کا رکھنا ناگزیر ہے۔ اسی طرح
چھوٹی 'ی' اور بڑی 'ے' مختلف آوازوں کو ادا کرتی ہیں۔ سادہ
"ہ" اور مخلوط "ھ" مختلف آوازوں کو ادا کرنے کے لیے استعمال کی جانے
لگی ہیں۔ موجودہ صحیح رسم خط کے مطابق کسی لفظ میں جب ہ کی
آواز اس کے پہلے آنے والے حرف کے ساتھ مل کر نہیں آتی تو سادہ ہ
لکھتے ہیں مثلاً ٹھہر، مہر، رہنا، ہے، کہانی۔ مگر جب کسی لفظ میں ھ کی
آواز اس کے پہلے آنے والے حرف کے ساتھ مل کر آتی ہے تو
دوچشمی ھ لکھتے ہیں اور اس ھ کو مخلوط ھ بھی کہتے ہیں مثلاً سکھ، دکھ،
جھنجھٹ، اٹکھیلیاں، گھوڑا، چھڑکاؤ، تھوڑا، دھاکہ، ڈھول، جدید
اردو رسم خط کے مطابق گہر اور گھر لکھنے ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ
گہر کے معنی موتی اور گھر کے معنے مکان کے ہیں۔ ان لفظوں کے
لکھنے میں فرق صرف اس لیے مناسب ہے کیوں کہ وہ تلفظ اور
مفہوم دونوں لحاظ سے دو مختلف لفظ ہیں۔ اس کے برعکس نظر اور نذر

صرف مفہوم کے لحاظ سے مختلف ہیں اُردو تلفظ کے لحاظ سے مختلف نہیں ہیں لہٰذا ان کو دو مختلف طریقوں پر لکھنا بلا وجہ کی دردسری ہے "میری بہن دال بھن رہی ہے" لکھنا صحیح ہے۔ پُرانے طریقے کے مطابق "میری بھن دال بہن رہی ہے" لکھنا آج کل غلط تصور کیا جائے گا۔

غرض چھوٹی ی، بڑی ے، سادہ "ہ" اور مخلوط یا دوچشمی ھ کو شامل کرنے سے اُردو رسم خط میں چونتیس [۳۴] حرف ملتے ہیں جن کی ضرورت یقینی ہے۔ کیوں کہ ان میں کا ایک ایک حرف ایک ایک آواز ادا کرتا ہے۔

اس کے برعکس ا، ع اور ہ (لفظ کے آخر میں)؛ ت اور ط؛ ث، س اور ص؛ ہ اور ح؛ ذ، ز، ض اور ظ ہم آواز یعنے یکساں آواز ادا کرنے والے حرف ہیں۔ گویا موجودہ اُردو رسم خط میں چودہ [۱۴] حرف ہیں جو صرف ۵ آوازوں کو ادا کرتے ہیں۔ اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ آواز کے نقطۂ نظر سے ۹ حرف فالتو ہیں اور ان فالتو حرفوں کو آسانی سے نکال دیا جاسکتا ہے لہٰذا اُردو رسم خط کو آسان بنانے کے لیے ہمیں چاہیے کہ ہم آواز حرفوں میں سے ہم صرف ایک حرف جو سب سے زیادہ مروّج ہو رکھ لیں اور دوسروں

کو نکال دیں۔ یہ ترکیب اختیار کرنے سے ۸ حرفوں کی کمی ہو جائے گی (سادہ "ہ" تو بہر حال رہے گی)۔ ۸ حرف کم ہو جانے سے لکھنا پڑھنا سیکھنے سکھانے میں بہت سہولت ہو جائے گی، اُردو جاننے والوں کا املا بہ درجہا بہتر ہو جائے گا۔ موجودہ اُردو رسم خط اس قدر پیچیدہ ہے کہ گریجویٹ اور ایم۔ اے، وکیل اور ڈاکٹر، مولوی عالم اور مولوی فاضل، منشی اور وزیر، حد و انتہا یہ کہ بیشتر اُردو کے نامور پروفیسر بھی اُردو املا کی غلطیاں کرتے ہیں۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ٹائپ اور طباعت میں بہت سہولت ہوگی اور ہماری زبان کو نقصان پہنچائے بغیر ہمارا بوجھ ہلکا ہو جائے گا اور یہ لازمی ہوتا جا رہا ہے تاکہ کش مکشِ حیات کی گوناگوں نوعیتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ہم اپنی قوت اور جاں داری رائیگاں نہ جانے دیں۔ تمدنی قوتوں کے رجحانات کو تاڑنے والے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ مستقبل میں کش مکشِ حیات بڑھ جائے گی۔ کنبہ پروری، دوست نوازی، قناعت پسندی، بے غرضانہ مہمان نوازی گھٹتی جا رہی ہے، آبادی، ہوسِ حیات، تمنائے عیش و آرام میں اضافہ ہو رہا ہے۔ سکھ چین سے زندگی گزار سکنے کے لیے لوگ دشواں

ہونا چاہتے ہیں۔ لوگ زیادہ کمانے کے آرزو مند ہیں تاکہ خود کسی
قدر بہتر طریقے پر زندگی بسر کریں اور اپنے چہیتوں کو بلند تر معیار
آرام پر پال سکیں، یہ زمانے کا بدلتا ہوا رجحان ہے، تمدنی فضا ہے
جس کا رُخ پھیرنا ایک یا چند افراد کے اختیار میں نہیں۔ غرض رسمِ خط
میں آسانی پیدا کرنا اس لیے بھی ناگزیر ہے تاکہ ہم کم سے کم وقت
میں اور اوسط محنت کرکے اپنی زبان کے رسمِ خط پر اتنا عبور حاصل
کرلیں کہ وہ عام ضرورتوں کے لیے کافی ہوسکے۔

ہمارے بدلتے ہوئے تمدن کی ایک اور خصوصیت مسابقت
اور تقابل کی بدولت پیدا ہونے والا احساسِ کمتری یا احساسِ پستی
ہے۔ اگر رفتارِ ترقی فی نفسہٖ سُست ہو تو ہمیں تکلیف دہ احساس نہیں ہوتا
بلکہ دیگر فرقوں اور جماعتوں کی تیز رفتار ترقی کے مقابلہ میں ہماری
سُست رفتار ترقی سے ہمیں کوفت انگیز اور تکلیف دہ احساس ہوتا ہے
یہ نفسیات کا اٹل قانون اور سنگین حقیقت ہے۔ اس سے انکار کرنا
دیدہ و دانستہ نہ سہی نادانی سے بڑی بھاری غلطی کرنا ہے۔ اُردو دانوں
اور اُردو کے حامیوں کی اضافی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے۔ بہتیری

جماعتیں جو نصف صدی قبل اُردو کی دلدادہ تھیں ہماری زبان سے بیگانہ ہوتی جا رہی ہیں۔

غرض افادیت اور مصلحت کا تقاضا ہے کہ کش مکش حیات کے مدِّ نظر اور بد دل ہونے والوں اور املا کی اُلجھنوں سے گھبرا کر ہمارے رسم خط کو ترک کرنے والوں کو پھر سے اُردو رسم خط کی طرف مائل کرنے کے لیے اُردو رسم خط کو آسان بنایا جائے اور اُردو رسم خط کو آسان بنانے کا بہترین طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ اُردو حرفوں میں سے ث، ح، ذ، ص، ض، ط، ظ اور ع خارج کر دئے جائیں کیوں کہ علم آواز کے نقطۂ نظر سے یہ حرف اُردو میں سراسر فالتو ہیں۔

اگر ہم اس بات پر بھی غور کریں کہ ان ۸ حرفوں میں سے ہر حرف کسی لفظ کے شروع میں، بیچ میں، آخر میں اور علیٰحدہ بھی آتا ہے، گویا ہر حرف کی چار چار شکلیں ہوتی اور ہو سکتی ہیں تو ہم اندازہ کر سکیں گے کہ ہم ان حرفوں کو نکال کر اُردو املا کو کس قدر آسان بنا سکیں گے اور ٹائپ نویسی اور ٹائپ کے چھاپے میں کتنی

سہولتیں پیدا کریں گے۔

حیدرآباد میں ایک لطیفہ بہت مشہور ہے۔ ڈاکٹر سراج الحسن اور مولوی عبدالحق صاحب میں بہت دوستی تھی اور مولوی صاحب قبلہ حیدرآباد میں انہیں کے پاس قیام فرماتے تھے۔ کچھ تو مولوی صاحب کی دوستی کے اثر سے اور کچھ خود اُن کی علم نوازی کے طفیل سے ڈاکٹر صاحب نے اپنے اَن پڑھ ملازم کو پڑھنا لکھنا سیکھنے پر آمادہ کیا۔ چند مہینوں کے بعد جب مولوی صاحب حیدرآباد آئے ہوئے تھے ڈاکٹر صاحب نے خوشی خوشی تذکرہ کیا کہ "مولوی صاحب ہمارے ملازم نے اُردو لکھنا پڑھنا سیکھ لیا۔ آپ چاہیں تو خود اطمینان کرلیں"۔ مولوی صاحب نے ملازم سے مخاطب ہوکر کہا "اچھا: مطلع کی ہجا کرو" "م، ط، ل اور تین نمبر کا ع"! حیرت زدہ ہوکر مولوی صاحب نے دریافت کیا۔ "بھئی! یہ تین نمبر کا عین کیا ہے؟" ملازم نے کہا۔ "ایک تو 'عبداللہ' کا ع جو شروع میں آتا ہے۔ دوسرے نمبر کا ع بیچ میں آتا ہے جیسے 'معلوم' میں اور تیسرے نمبر کا ع آخر میں آتا ہے جیسے مطلع میں اور چوتھے نمبر کا علیحدہ جیسے اطلاع میں!!"

" قواعد اُردو " کے مُصنّف، اُردو کے بلند پایہ محقق، اور رسمِ خط کے ماہر کو یقیناً حیرت ہوئی ہوگی اور کچھ عجب نہیں کہ وہ "ع" کی تقسیم سے خوش گوار طور پر متحیر ہوئے ہوں۔ انہوں نے داد دی ہو یا نہ دی ہو میں نے جب یہ لطیفہ سنا مجھے خیال ہوا کہ معمولی ہستیوں کو بھی بعض مرتبہ کیسی پتہ کی بات سوجھتی ہے! ہم بھی اس لطیفے سے سبق حاصل کرسکتے ہیں اور چار چار نمبروں کے حروف تعداد میں کم کرسکتے ہیں۔ ان حرفوں کو نکالنے میں ہرج ہوگا بھی تو بہت تھوڑا ہوگا اور گوناگوں سہولتوں کی وجہ سے بے اندازہ فائدہ ہوگا غالب کا مشہور شعر :-

نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

ہر لحاظ سے لاجواب شعر ہے۔ صوتیات اور مجوّزہ طرزِ تحریر کے مطابق بھی، کوئی وجہ نہیں کہ ہم اِس سہل طرزِ تحریر کو اختیار کرکے اُردو سیکھنے اور سکھانے میں آسانی پیدا نہ کریں۔

یہ مسابقت کا زمانہ ہے، جیت اسی کی ہوگی جو تیز رَو ہوگا

اور تیز چلنے کے لیے جس قدر بار کم ہو اسی قدر اچھا ہے۔ اگر ہم نے فالتو حرفوں کو دور کرکے اپنی زبان کو بے کار بوجھل سے کم نہ کیا ہم مسابقت میں بہت پیچھے رہ جائیں گے۔ یوں بھی لاطینی رسم خط نے ایسا سر اُٹھایا ہے، انگریزی کی ایسی یورش ہو رہی ہے اور صوبائی زبانیں بلکہ مقامی بولیاں اتنی اہمیت حاصل کر رہی ہیں کہ اُردو کی ترقی و توسیع کے لیے کوشش کرنا کافی مشکل ہوگیا ہے۔ انگریزی اور لاطینی رسم خط کا کامیابی سے مقابلہ کرنے کے لیے ہم نے اپنی تحریر کو آسان نہیں کیا تو اُردو رسم خط کی یقینی ہار ہوگی اور اُردو رسم خط کی دشواریوں کی وجہ سے اردو کو مقبولِ عام بنانے میں ناکامی ہوگی اور ایک نہ ایک روز ترکی کی طرح اُردو بھی لاطینی رسم خط میں لکھی جانے لگے گی[عه]۔ اگر ہم اُردو زبان کو سارے ملک کی مُسلّمہ قومی زبان بنانا چاہتے ہیں اور اُردو کو مقبولِ عام زبان بنانے کے آرزو مند ہیں،

عه لکھنو یونیورسٹی کوشش کر رہی ہے کہ ۱۹۳۵ء سے ذریعہ تعلیم ہندستانی ہو اور ہندستانی کا رسم خط نہ ناگری ہو نہ اُردو بلکہ رومن!

اگر ہم مغربیت کے مقابلے میں ایک مشرقی رسم خط کی کامیابی سے حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو یہ ناگزیر ہے کہ اُردو رسم خط میں فوری اِصلاح کی جائے۔ معمولی یا سطحی اصلاح سے کچھ کام نہ چلے گا، انقلابی اِصلاح کی ضرورت ہے۔ لیپا پوتی اور مرہم پٹی کا موقع نہیں ہے، جرّاحی کی ضرورت ہے۔

اِس تجویز کردہ رسم خط پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اُردو میں کئی ہم آواز لفظ ہیں جن کے معنی مختلف ہیں۔ مثلاً نظر اور نذر، قدامت پسندوں کا کہنا ہے کہ ان دونوں لفظوں کو ایک ہی طرح لکھنے میں مفہوم واضح نہیں ہوگا مثلاً آپ یہ لکھیں کہ "یہ کتاب آپ کی نذر ہے" یا "اس کتاب پر ایک نظر ڈال لیجئے" تو مطلب خبط ہو جاتا ہے۔ یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ ہم آواز لفظوں کو سن کر جب ہم آسانی سے مطلب سمجھ لیتے ہیں تو ہم شکل لفظوں کو دیکھ کر وہ مطلب کیوں نہیں سمجھیں گے؟ ہر زبان میں بہت سے لفظ ہوتے ہیں جو یکساں طریقے پر لکھے جاتے ہیں، ان کا تلفظ بھی ایک ہی ہوتا ہے مگر معنی مختلف ہوتے ہیں مثلاً پھوٹ (نا اتفاقی یا پھٹن) پاس (قریب یا

امتحان میں کامیابی اگرچہ انگریزی سے آیا ہے مگر کثرت استعمال کی وجہ سے یقیناً اُردو لفظ ہوگیا ہے) تخت (شاہی گدی یا لکڑی کی چارپائی) کام (حلق [رگ و پے میں جب اُترے زہرِ غم تب دیکھئے کیا ہو ابھی تو تلخیٔ کام و دہن کی آزمائش ہے۔] کاروبار اور نقصانیت) ، کان (سننے کا عضو اور معدن جیسے لوہے کی کان) یار (دوست یا آشنا) اسی طرح بیسیوں نہیں سیکڑوں لفظ ہیں جن کے معنی مختلف ہیں جس طرح اب بھی ہم سیکڑوں ہم شکل اور ہم آواز لفظوں کے معنی سمجھتے ہیں اسی طرح آئندہ سب ہم شکل اور ہم آواز لفظوں کے معنی سمجھ سکیں گے ۔ انگریزی میں اگر کوئی کہے کہ (I AM WELL) تو اس کے معنے کیا یہ ہوں گے کہ "میں کنواں ہوں" محض اس لیے کہ (WELL) کے معنے اچھا اور کنواں دونوں ہیں ۔ اسی طرح ہم شکل اور ہم آواز اُردو لفظوں کے معنے موقع محل کے لحاظ سے معلوم ہوں گے اور ہم آسان رسم خط میں لکھی ہوئی کتابیں اور تحریریں پڑھ سکیں گے اور سمجھ سکیں گے ۔

یہ یاد رکھیے کہ نہ صرف سیکڑوں لفظ ہر زبان میں ایسے ہوتے ہیں جن کے معنے مختلف ہیں بلکہ ہر لفظ موقع محل کے لحاظ سے خاص معنے رکھتا ہے۔ جب ہم طعن آمیز زبان سمجھ سکتے ہیں، چوٹیں سمجھ سکتے ہیں، محاورے اور استعارے یا اصطلاحیں سمجھ سکتے ہیں، محض جملوں کی ساخت سے[1] یا آواز کے اُتار چڑھاؤ سے جملوں میں مختلف معنے پہنا سکتے ہیں تو کیا ہم شکل لفظوں کے معنے ہم نہیں سمجھ سکیں گے؟

اگر کسی کو شک ہو کہ ث، ح، ذ، ص، ض، ط، ظ، اور ع نکال دینے سے اُردو تحریر کا مطلب سمجھ میں نہیں آئے گا تو تجربہ کرکے دیکھ لیجئے۔ دس بیس کو آسان رسم خط میں لکھی ہوئی عبارتیں دکھائیے اور خود آزما کر دیکھ لیجئے کہ معمولی سمجھ رکھنے والے افراد بھی کس قدر جلد آسان رسم خط میں لکھی ہوئی تحریریں پڑھ سکتے

---

[1] اسی کو انگریزی میں (Reading between the lines) لکیروں کے درمیان پڑھنا کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ لکیروں کے درمیان کچھ لکھا ہوا نہیں ہوتا اور اس کا پڑھنا کیا معنے؟ معنے یہ ہیں کہ جملوں کی ساخت سے وہ مطلب سمجھ لیا جائے جو لکھنے والے نے مصلحت یا پاس ادب یا مروت کی خاطر صاف لفظوں میں ظاہر نہیں کیا۔ اس اصطلاح میں کسی نے کیا خوب اضافہ کیا ہے لکیروں کے درمیان پڑھنا ہم سیکھ رہے ہیں، لفظوں کے درمیان ہمیں سننا بھی چاہئے۔

ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اب جو لوگ پڑھنے لکھنے کے عادی ہیں اُنہیں شروع شروع میں تکلّف ضرور ہوگا مگر چند دنوں میں وہ آسان رسم خط کے عادی ہو جائیں گے اور انھیں بھی غیر معمولی سہولت ہوگی آسان رسم خط کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کا صحیح لکھنا نسبتاً بہت کم عرصہ میں آسکتا ہے۔ موجودہ رسم خط کی طرح نہیں کہ دس دس پندرہ پندرہ سال کی تعلیم حاصل کرتے رہنے اور بیس بیس پچیس پچیس برس اُردو لکھتے رہنے کے بعد بھی لوگ آئے دن غلطی کرتے رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر میں مختلف عبارتیں بغیر تلاش اور کوشش کے نقل کرتا ہوں تاکہ ناظرین خود اندازہ کر سکیں کہ آسان رسم خط میں لکھی ہوئی تحریر کا پڑھنا اور سمجھنا صرف تھوڑی سی مشق اور عادت کی بات ہے اور بغیر مشق اور عادت بھی اس کا پڑھنا دشوار نہیں ہے۔

آسان رسم خط کے نمونے

(۱) اُردو کی لازوال تصنیف "آبِ حیات" میں مولانا محمد حسین آزاد، سودا کے متعلق لکھتے ہیں :-

جن اشخاص نے اردو زبان کو پاک ساف کیا ہے مرزا کا ان
میں پہلا نمبر ہے۔ انہوں نے فارسی مہاوروں کو بھاشا میں کھپا کر
ایسا ایک کیا ہے جیسے کیمیا کا ماہر ایک مادہ کو دوسرے مادہ میں
جزب کر دیتا ہے اور تیسرا مادہ پیدا کر دیتا ہے کہ کسی تیزاب سے اس کا
جوڑ کھل نہیں سکتا۔ انھوں نے ہندی زبان کو فارسی مہاروں اور
استے آروں سے نہایت زور بخشا۔ اکسر ان میں سے رواج پا گئے۔
انہی کا زور تبا (طبع) تھا جس کی نزاکت سے دو زبانیں ترکیب
پاکر تیسری زبان پیدا ہوگئی اور اسے ایسی آم قبولیت ہاسل ہوئی
کہ آئندہ کے لیے وہی ہندستان کی زبان ٹھیری

'اسان رسمخت میں غالب کی تہریر کا نمونا

(۳) قبلا! ایک سو بیس آم پہنچے خدا ہزرت کو سلامت رکھے۔
دس قلمیں اور چھٹانک بھر سیاہی کہار کے ہوالے کر دی ہے۔ خدا کرے
بہ ہفازت آپ کے پاس پہنچے۔ میں مریز نہیں ہوں، بوڑھا ہوں
اور ناتوان گویا نیم جان رہ گیا ہوں ایک کم ستر برس دنیا میں رہا
کوئی کام دین کا نہیں کیا۔ افسوس سد ہزار افسوس۔ وہ غزل جو

کہار لایا تھا، وہاں پہنچی جہاں اب میں جانے والا ہوں یعنی اَدم!
مدآ (مدعا) یہ کہ گم ہوگئی!

(۳) سماج اور کار و بار، سیاست اور مذہب پر جیسا اُمدا تبصرا ثقات ہمنشین حالی نے اپنے لافانی "مسدس" میں کیا ہے اس کی نزیر نہیں ملتی۔ الم و ہکمت کے جواہر ریزے، پند و نسیہت کے اَنمول مقولے، تاریخِ آلم کی داستانِ اِبرت، سب کچھ اس مسدس میں موجود ہے۔ اگر کوئی مجھ سے دریافت کرے کہ آستیات، سماجیات، سیاسیات، الم تمدن اور فلسفۂ ہیات کا نچوڑ کس کتاب میں ہے، تو میں بلا تکلف —— مسدس کا نام لوں گا جس کے زخیرے سے یہ چند بند آسان رسم خت میں نقل کئے جاتے ہیں:۔

بشر کو ہے لازم کہ ہمت نہ ہارے — جہاں تک ہو کام آپ اپنے سنوارے
خدا کے سوا چھوڑ دے سب سہارے — کہ ہیں آرزی زور کمزور سارے

اڑے وقت تم دائیں بائیں نہ جھانکو
سدا اپنی گاڑی کو گر آپ ہانکو

نہیں سہل گر سید کا ہاتھ آنا — تو لازم ہے گھوڑوں کو سرپٹ بھگانا

نہ بیٹھو جو ہی بوجھ بھاری اُٹھانا ذرا تیز ہانکو جو ہو دُور جانا

زمانہ اگر ہم سے زور آزما ہی

تو وقت ای عزیزو یہی زور کا ہی

زیادہ مثالیں دینا بے سود ہی۔ آپ خود تھوڑی سی مشق کر کے دیکھ لیجئے: آسان اُردوٗ رسم خت در اسل آسان ہی، آسان رسم خت کا مسلک ہی، یکساں آواز کے لیے یکساں ہرف!

اس میں شک نہیں کہ مجوزہ رسم خط کی سخت ترین مخالفت ہوگی مگر ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر انقلابی اصلاح کے لیے کبھی نہ کبھی ابتدا کرنی پڑتی ہی، ہر زندہ زبان بہ تدریج بدلتی ہی اور بعض وقت زبان کی زندگی کے لیے رسم خط میں نمایاں تغیر کرنا پڑتا ہی۔ زبان کے ساتھ ساتھ رسم خط پر بھی کچھ نہ کچھ اثر ہمیشہ پڑتا ہی اور تھوڑی بہت تبدیلیاں (غیر شعوری طور پر) اکثر زبانوں کے طرز تحریر میں ہوتی رہتی ہیں، بعض وقت خود زبان کی بقا اور بہبود کے لیے رسم خط میں انقلابی اِصلاح لازمی ہو جاتی ہی۔ ہندستان کے لیے ایسا ہی وقت آگیا ہی کہ وہ پست معیار تمدّن سے ترقی کر کے انسانوں کے شایانِ شان

معیار تک پہنچنے کے لیے ہمہ گیر اور ہر جہتی اصلاح کرے۔ اس ہمہ گیر ہر جہتی اصلاح کی بہت سی نوعیتیں ہیں، جن میں اصلاح رسمِ خط بھی بہت اہم ہے۔ ہمیں وسیع ترین پیمانے پر چالیس کروڑ کی تعلیم کا انتظام کرنا ہے، ذریعہ تعلیم مادری زبان ہوگا اور ہر حالت میں ہماری آبادی کی چوتھائی تعداد اُردو کے ذریعہ تعلیم حاصل کرے گی۔ جب کروڑوں کو اُردو سکھانے کا سوال پیدا ہوگا۔ اُردو کا موجودہ رسمِ خط اپنی پیچیدگی کی وجہ سے قطعی بیکار ثابت ہوگا۔ اب بھی اُردو رسمِ خط کی پیچیدگی کی وجہ سے اُردو کی ترقی و توسیع میں بڑی رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے، اگر ہم نے مستقبل کی یقینی ضرورتوں کا خیال کرتے ہوئے اُردو رسمِ خط کو بہت آسان نہیں بنایا تو بین الاقوامی رسمِ خط اختیار کرنے پر ہم مجبور ہوں گے اگر ہم اب بھی اُردو رسمِ خط کو آسان نہیں بنائیں گے تو اُردو رسمِ خط سو سال کے اندر ہی (شاید ختم صدی سے قبل ہی) مٹ کر رہے گا یا شاعری اور "اعلیٰ تہذیب" کے حلقوں میں مقید ہو کر رہ جائے گا۔ یہ آرزو و حسرت نہیں ہے بلکہ ایک ایسے شخص کا اندازہ ہے جو تمدنی تحریکوں کے رجحان کو سمجھنے کی تھوڑی بہت صلاحیت رکھتا ہے۔ ممکن ہے اس کا اندازہ غلط ہو مگر خطرہ کو محسوس کرنا اور اس خطرہ سے آگاہ کرنے کی مقدور بھر کوشش نہ کرنا اپنے علمی فرائض سے غفلت برتنا ہے فقط

۳۳۴۰ ۲۹۱۶۴۳۲

(ج۱)

۳۳۱۹۰

Date	No.	Date	No.